حجاب شرعی

از جناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

(چند سال ہوئے کہ مولانا ممدوح نے یہ مضمون بعض اسلامی جرائد کی لاطائل بحثوں کو دیکھ کر مسئلہ حجاب کی شرعی توضیح کے لیے تحریر فرمایا تھا، اس وقت چونکہ ترجمان القرآن میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے اس لیے ہم اس مضمون کو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین ایک جلیل القدر عالم دین کی تحقیق سے بھی باخبر ہو جائیں۔ تمہیدی حصہ کو غیر ضروری سمجھ کر حذف کر دیا گیا ہے)۔

فی الحقیقت اس وقت ہمارے سامنے مسئلہ کے دو پہلو ہیں۔ ستر (بدن کا ڈھانپنا) اور حجب (پردہ میں رہنا)، ان دونوں کے متعلق دو چیزوں کے بیان کرنے کی ضرورت ہے احکام اصلیہ جو منصوص ہیں اور علل شرعیہ جن پر فقہائے امت کے اجتہادات کی بنا ہے۔ ان شقوق اور حیثیات میں خلط مبحث کر دینے سے اکثر صحیح راستہ گم ہو جاتا ہے اور جواب کی اصل صورت منقح نہیں ہوتی۔

سردست میں مسئلہ ستر کی نسبت کچھ لکھنا نہیں چاہتا یعنی یہ کہ عورت کو کس حصۂ بدن کا کن لوگوں کے سامنے کن کن حالات میں چھپانا ضروری ہے یا کھلا رکھنا جائز ہے۔ میرے نزدیک بحث کا اہم نقطہ یہ ہے کہ نصوص کتاب و سنت کی رہنمائی میں ہم یہ طے کر لیں کہ عورت کے گھر سے باہر قدم نکالنے کے متعلق شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو قانونی ہدایات کیا دی ہیں۔ اور اپنی دلی مرضی اور منشاء کا کس عنوان سے اظہار فرمایا ہے۔ یہ نکتہ کسی وقت فراموش نہ کیا جائے کہ ہم غلاموں کا تعلق آقائے نامدار سید المرسل علیہ السلام سے فقط ایک ضابطہ کا تعلق نہیں کہ محض

قانونی کارروائی کرکے ہم بے فکر ہوجائیں نہیں ہماری کامیابی اور حق شناسی اسی میں ہے کہ ہم آپکے ارشادات کی اطاعت آپ کے قوانین کی پابندی آپ کے طرز عمل کا اتباع آپ کے عادات واطوار کی تاسی آپ کی ذات منبع البرکات کی انتہائی محبت وتعظیم اور آپ کے منشاے دلی کو پورا کرکے آپ کی رضاء قلبی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسئلۂ زیر بحث کے متعلق قرآن کریم اور سنت صحیحہ نے ہم کو کیا روشنی عطا فرمائی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے بارہ میں اپنی امت کو کیا قوانین اور کیا ہدایات دی ہیں۔ ان ہدایات کی حقیقی روح کیا ہے اور علاوہ قانونی روک تھام کے خود حضور کا دلی منشا کیا ظاہر ہوتا ہے۔ میرے نزدیک تطویل کی حاجت نہیں فقہیات سے علیحدہ ہوکر بھی اگر کوئی شخص اس باب میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا بیک نظر مطالعہ کرے گا وہ بسہولت حضور کی مرضی مبارک پر مطلع ہوسکیگا۔ بلاشبہہ ذخیرۂ حدیث میں آج تک میری نظر سے کوئی ایسی حدیث نہیں گذری جس میں مستورات کو بالتصریح وبالکلیہ گھر کی چہار دیواری سے باہر نکلنے سے مطلقاً روک دیا گیا ہو بلکہ اس کے برعکس صرف صحیح بخاری کی ورق گردانی سے ہی متعدد احادیث ایسی دستیاب

ہو سکتی ہیں جن سے مستورات کا خاص خاص احوال میں مخصوص ضروریات کے لیے مکان سے باہر نکلنا ثابت ہوتا ہے لیکن اس نکلنے پر جو قیود و شروط شارع علیہ السلام کی جانب سے قانونی طور پر عائد کی گئی تھیں ان کا اندازہ ان احادیث سے ہو سکتا ہے۔

اذا استاذنکم نساءکم بالیل الی المساجد فاذنوا لھن۔   جب تمہاری عورتیں تم سے رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو اجازت دیدیا کرو۔

مسلم کی ایک روایت میں لا تمنعوا آیا ہے یعنی منع مت کرو معلوم ہوا کہ مساجد وغیرہ میں جانیکا مستورات کو حکم نہیں دیا گیا اور خود جانا چاہیں تو آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ ان کا مساجد میں نماز کے لیے جانا بھی مرد کے اذن و اجازت سے ہونا چاہیے۔ اب مرد کو اختیار ہے وہ جیسی مصلحت سمجھے اجازت دے یا نہ دے۔ اگر وہ اجازت دینے پر مجبور ہوتا تو استیذان کی قید عبث تھی۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقدس عہد میں عورتوں کے قیم یعنی شوہر کو مشورہ دے رہے ہیں کہ ہر وقت نہیں صرف شب کے وقت (جو نسبۃً تستر کا وقت ہوتا ہے) اگر مساجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو خواہ مخواہ محض اوہام اور وساوس کی بنا پر ان کو روکنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں عورت کو حکم دیا گیا۔

فلا تطیب تلک اللیلۃ (صحیح مسلم)   اس رات خوشبو استعمال نہ کرے۔

ایما امرأۃ اصابت بخوراً فلا تشھد معنا العشاء۔   جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشا میں شریک نہ ہو۔

نہ صرف اسی قدر بلکہ سنن ابی داؤد اور صحیح ابن خزیمہ میں ہے۔ ولیخرجن تفلات تفلہ کے معنی مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔ التی لھا رائحۃ کریھۃ خلاصہ یہ کہ جب مسجد میں جائے تو میلی کچیلی ہو کر ایسی ہیئت سے نکلے جس سے اجانب کو اس کی طرف ملتفت ہونیکی

قطعاً تحریک و ترغیب نہ ہو۔ ابن عبد البر نے تمہید میں اپنی اسناد سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ۔

انھوا نسائکم عن لبس الزینة والتبختر فی المساجد اپنی عورتوں کو زینت کا لباس پہن کر ناز و انداز کے ساتھ مسجد میں جانے سے منع کر دو۔

قرآن کریم میں ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اپنا نکھار ظاہر نہ کریں یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ۔ چال ڈھال ایسی نہ ہو جو چھپی ہوئی زینت پر دوسروں کو مطلع کرے ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن۔ لباس سے سینہ وغیرہ کا ابھار ظاہر نہ ہو یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ چادریں اس طرح لٹکی ہوں جو بدن کی ہیئت کے لیے ساتر ہو سکیں فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ۔ کسی سے بات کرنے کی نوبت آئے تو ایسی نرمی و نزاکت سے نہ کریں جس سے بد نیتوں کو کچھ طمع پیدا ہو۔ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنی آبرو اور عصمت کی پوری طرح حفاظت کریں۔

حدیث میں ہے۔

زنا العین النظر و زنا اللسان المنطق آنکھ کی زنا نظر بد ہے اور زبان کی زنا بات کرنا۔

جب ان قوانین کی پابندی کے ساتھ عورت مسجد میں پہنچ گئی تو ارشاد ہے کہ

خیر صفوف الرجال اولھا وشرھا اٰخرھا وخیر صفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولھا۔ یعنی جو عورت جماعت میں امام سے اور مردوں کی صفوف سے جس قدر بعید ہوگی اسی قدر بہتر ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ اخروھن من حیث اخرھن اللہ ۔ ان کو پیچھے رکھو جس طرح خدا نے ان کو پیچھے رکھا ہے۔

پھر نماز میں عورتوں کو حکم تھا کہ جب تک مرد سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ نہ جائیں وہ سجدہ سے سر اٹھائیں۔ اگر امام کو سہو لاحق ہو تو آگاہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہے۔ عورت کو مجمع میں اس قدر بولنے کی بھی اجازت نہیں۔ اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْحُ لِلنِّسَاءِ۔ سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے دستک دینا ہے"۔ نماز فجر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابہؓ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں اٹھتے تھے جب تک مستورات مسجد سے باہر نہ چلی جاتی تھیں۔

ان سب انتظامات کے باوجود معجم طبرانی اور مسند امام احمد میں باسناد حسن وارد ہے کہ

عَن ام حمید الساعدیۃ انھا جاءت اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہُ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللّٰہِ انی احب الصلوٰۃ معك قال قد علمت وصلوتك فی بیتك خیر لك من صلوتك فی حجرتك وصلوتك فی حجرتك خیر لك من صلوتك فی دارك وصلوتك فی دارك خیر لك من صلوتك فی مسجد قومك وصلوتك فی مسجد قومك خیر لك من صلواتك فی مسجد الجماعۃ۔	ام حمید ساعدیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے یہ محبوب ہے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا مگر تو اپنے مکان کے کسی کمرہ کے اندرونی حصہ میں نماز پڑھے یہ اس سے بہتر ہے کہ کمرہ میں پڑھے اور کمرہ میں پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ صحن میں پڑھے اور مکان کے صحن میں پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں جا کر ادا کرے اور محلہ کی مسجد میں پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ جامع مسجد میں ادا کرے۔

خیال کیجیے کہ نماز اہم العبادات ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عام مساجد کی نمازوں پر ہزار گنا فضیلت رکھتی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا وہ

دولت ہے جس کے مقابلہ میں کل دنیا کی دولتیں ہیچ ہیں۔ عموماً مقتدی وہ لوگ ہیں جن سے بڑھ کر بجز انبیا کے کوئی پاکباز مطہر و مزکی جماعت آسمان کے نیچے موجود نہیں ہوئی۔ اسلامی سوسائٹی ایسے رجال و نساء پر مشتمل ہے جن کی عفت مآب زندگی امتہ محمدیہ کے لیے غض بصر و تحفظ عصمت کا اعلیٰ نمونہ بننے والی تھی، وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر لمحہ تازہ وحی اور نئے نئے احکام و اصلاحی قوانین سے مستفید ہونے کے لیے ہر مرد و عورت دربار نبوت میں حاضر ہوا کرے۔ فضا ایسی ہے کہ مسلمان ظاہر و باطن میں خدا سے، اور غیر مسلم مسلمانوں سے خوف کھاتے رہتے ہیں۔ ایسی پاک فضا اور ایسے مقدس ماحول میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین اسلام کو پیرس ولندن میں نہیں میلوں اور تھیٹروں میں نہیں باغوں اور پارکوں میں نہیں سیر و تماشے کیلیے نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی میں خود اپنی اقتدا میں اتقیاء امت کی جماعت میں نماز ادا کرنے کے لیے اس قدر مقید کیا اور ان کی نام نہاد آزادی یا یوں کہو کہ ان کے جوہر شرافت اور گوہر عصمت کی حفاظت پر ایسے سخت پہرے بٹھلائے اور اختلاط رجال و نساء کو اتنی شدت سے روکا۔ آخر ان تمام احکام و ہدایات کی علت کیا تھی۔ یہی نا کہ تخم فتنہ کو اختلاط جنسین کی آبیاری سے نشوونما کا موقع نہ ملے۔

پس اگر حکماء امت نے یہ دیکھ کر کہ عہد نبوت سے بعید ہونے کے ساتھ ساتھ رجال انساء کی اخلاقی حالات بھی نسبتاً گرتی جاتی ہے اور ان حدود و قیود کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی جو مستورات کے مکان سے باہر نکلنے کے متعلق عائد کی گئی تھیں یہ فتویٰ دیدیا کہ اب خواتین امت کو یہی تاکید کی جائے کہ وہ اپنے اخلاق کے تحفظ کی خاطر بجز مجبور کن حالات کے بے حجاب ہو کر قطعاً گھر سے باہر نہ نکلیں تو کیا یہ شارع علیہ السلام کی مرضی کے خلاف ایک تشریع جدید ہوگی؟ اگر احکام شرعیہ کا اپنی علل پر دائر ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا معاشی و

معادی مصالح پر ہونا ضروری ہے تو بلا شبہہ علماء مجتہدین اس کے سب سے زیادہ مستحق ہوں گے کہ علتوں کے طرد و عکس اور مصالح کے انضباط سے تغافل نہ برتیں۔

قرآن کریم نے مسلمانوں کو خطاب کیا تھا کہ

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوا اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بغیر اجازت و اطلاع نہ جاؤ۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص کسی سوراخ سے آپ کے مکان میں جھانک رہا تھا آپ نے اس پر تنبیہ کی اور فرمایا انما جعل الاستیذان من اجل البصر۔ اجازت حاصل کرنے کا حکم تو اسی لیے دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دفعتاً بلا اطلاع مکان میں داخل ہو جائے تو نہ معلوم صاحب خانہ پر کس حالت میں اس کی نظر پڑے۔ جب علت اس حکم کی یہ ہے تو باہر سے کسی کو جھانکنا کس طرح جائز ہوگا۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے بہت بڑی اصل فقہاء کے ہاتھ میں دیدی کہ جب کسی حکم شرعی کی علت پر اطلاع ہو جائے تو حکم شرعی صرف مخصوص الفاظ اور مورد نص پر مقصور نہیں رہتا بلکہ جہاں کہیں اس علت کا تحقق ہو بشرط عدم موانع وہیں حکم بھی ثابت ہو جائے گا۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کو حکم دیا۔ لا یصلین احد کم العصر الا فی بنی قریظۃ تم میں سے کوئی شخص نماز عصر بنی قریظہ پہونچنے سے پہلے نہ پڑھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم روانہ ہوئے مگر راستہ میں اندیشہ ہوا کہ وہاں پہنچتے پہنچتے عصر کا وقت فوت ہو جائے گا۔ ایک جماعت نے ظاہر حدیث پر عمل کیا اور بنی قریظہ پہنچکر نماز قضا کی لیکن فقہاء صحابہ نے فرمایا کہ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی علت کیا ہے۔ آپ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ہم نماز قضا کریں بلکہ منشاء مبارک یہ تھا کہ اتنی تیزی سے چلیں کہ وہاں پہنچکر نماز پڑھنے کی نوبت آئے

اب اگر ایسا نہ ہو سکا تو فوت کرنیکی ضرورت نہیں۔ نماز پڑھیں اور امکانی سرعت کے ساتھ منزل مقصود کو پہنچیں واپس ہو کر بارگاہ نبوت میں سب ماجرا سنایا گیا۔ آپ نے کسی جماعت کے رویہ پر انکار نہیں فرمایا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ لا یصلین احد کم العصر الا فی بنی قریظۃ جیسی نص صریح اور خطاب شفاہی کی کتنے جلیل القدر صحابہؓ نے بظاہر خلاف ورزی کی لیکن اہل بصیرت سمجھتے ہیں کہ اس حکم کی علت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حقیقتاً و معناً خلاف ورزی نہیں تھی بلکہ حکم کے منشاء اصلی کا مجتہدانہ امتثال تھا

پس ان نظائر کے بعد ان نصوص شرعیہ کی موجودگی میں جو ہم مستورات کے باہر نکلنے کے متعلق پہلے پیش کر چکے ہیں کیا کوئی عقلمند یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ جو علماء و فقہا مختلف اقوام کے احوال پر نظر کر کے مسئلہ حجاب میں بظاہر کچھ تشدد برت رہے ہیں وہ منشاء نبوی و بیوتھن خیر لھن کو پورا نہیں کر رہے ؟ بیشک حضور نے صاف لفظوں میں یہ نہیں فرمایا کہ عورتوں کو کسی حالت میں بھی گھر سے مت نکلنے دو لیکن اس نکلنے پر جو قیود و شروط عائد کی ہیں اور ان سب کے بعد بھی بار بار آپنے جس طرح اپنی مرضی مبارک کا اظہار فرمایا ہے ان کا سرسری مطالعہ ہی ہمارے دل میں یقین پیدا کر سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کے حامی ہرگز نہیں ہو سکتے جو مستورات کو مکان سے باہر نکلنے کی ترغیب دے رہی ہے۔ حضورؐ کے ایک ایک لفظ اور ہر ہر فقرے سے یہی تراشح ہو تا ہے کہ اگرچہ آپ مستورات کو بہت سی قیود کے باوجود زبان مبارک سے تصریحاً روکنا نہیں چاہتے مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ خود مستورات آپ کی مرضی مبارک پر مطلع ہو کر باہر نکلنے سے رک جائیں حضرت عمرؓ نے حضور کے منشاء کو بلا کم و کاست سمجھا اُن کی بیوی عاتکہ بنت زید اُن کے ساتھ مسجد میں جاتی تھیں حضرت عمرؓ کو یہ سخت ناگوار تھا۔ آپ نے اُن کو گاہ بگاہ اس کراہت پر مطلع بھی کر دیا مگر اس خدا کی بندی کو یہی اصرار رہا کہ جب تک حضرت عمرؓ صاف الفاظ میں مجھکو منع نہیں کریں گے میں باز نہیں آؤں گی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا احساس اس مسئلہ میں بہت زیادہ قوی اور

صحیح تھا۔ اور بالخصوص نسوانی مسائل میں ان سے بڑھ کر اسرار شریعت کا راز داں اور کون ہو سکتا ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صاف اعلان فرما دیا کہ

لو ان رسول اللہ رای ما احدث النساء بعدہٗ لمنعھن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

اگر آج حضور عورتوں کی حالت کو ملاحظہ فرماتے تو بنی اسرائیل کی عورتوں کی طرح ان کو باہر نکلنے سے صاف طور پر منع فرماتے۔

ایک منٹ کے لیے بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شریعت محمدیہ کو معاذ اللہ نا مکمل یا قابل ترمیم تصور کرتی ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ ہمکو متنبہ فرماتی ہیں کہ شریعت محمدیہ اس قدر کامل اور دائمی شریعت ہے اور حضور کے ارشادات ایسی جامع عمیق اور ابدی ہدایت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ زمانہ کے انقلابات کوئی رنگ بھی اختیار کرلیں ایک صاحب بصیرت پھر بھی انہی ارشادات کی روشنی میں یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رونق افروز ہوتے تو ان حالات کے سلسلہ میں کیا کیا احکام صادر فرماتے یقیناً آپ کی تعلیمات تنصیصاً یا تعلیلاً قیامت تک پیش آنے والے حوادث و واقعات پر حاوی ہیں۔

پردہ کے مسئلہ میں بھی جو قیود آپ نے خواتین اسلام کی آبرو اور شریفانہ اخلاق کی حفاظت کی غرض سے لگائیں اور جس جس عنوان سے اپنی مرضی اور منشا کا اظہار فرمایا وہ وَقَرنَ فی بیوتکن کی ابدی اور اٹل تفسیر ہے جس سے علماء ربانین کو بہت واضح طور پر سبق دیا گیا ہے کہ جب مستورات ان شروط و قیود کی پابندی نہ کریں اور مسلمان مرد عورتوں کو آزادی دلانے کے جنون یا ہوا پرست اقوام کی حرص میں حضور کے منشاء مبارک کو پس پشت ڈال دیں تو نبی کے وارثوں کا اُس وقت کیا مسلک ہونا چاہیے۔ کیا نوع انسانی یا اس کی کسی خاص صنف کو آزادی دلانے کی خواہش تمہارے دل میں حضرت عمرؓ سے زائد ہے یا

تمہاری سوسائٹی عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوسائٹی سے بہتر ہے۔ یاد رکھیے کہ جس چیز کو آج ہم عورتوں کی آزادی کے نام سے پکار رہے ہیں وہ فی الحقیقت بربادی ہے۔ کیا ہم پردہ توڑ کر اُن کو پاکیزہ اخلاق، شریفانہ عفت و حیا اور نسبتۂ بے لوث زندگی سے آزادی دلانا چاہتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ پردہ عورت کے لیے بڑی قید ہے لیکن کیا کیا جائے کہ مشرق کی شریف عورتیں ابھی تک اس قید کو مغرب کی آزادی پر ترجیح دیتی ہیں اور اس قید کے سوا مہلک اختلاطِ اجانب کو روکنے کی اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے۔ تماشہ ہے کہ جس وقت مغرب عورتوں کی آزادی اور پردہ دری کے عواقب سے تنگ آکر اپنی اخلاقی تباہ حالی پر ماتم کرنے لگا، وہاں کے اجتماعی مدبرین اس حریت اور بے حجابی کی تدریجی ترقی کے خوفناک مستقبل پر شور مچانے لگے، اس وقت ہمارے مشرق کے مصلحین کو یہ خیال آیا کہ پردہ کے خلاف جہاد کرنا ہی شائد ہماری تمام ترقیات اور کامیابیوں کا زینہ ہے۔ گویا انہوں نے ہر طرف ناکام ہو کر اپنی ساری امیدیں بقول اکبر مرحوم صرف اسی ایک مصرعہ سے وابستہ کر دیں۔ ع

زنے از پردہ بروں آید و کارے بکند

ایسے لوگوں کو یورپ کے ایک بہت بڑے فیلسوف کا یہ قول ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ "جو آزادی تم عورتوں کے نام سے طلب کرتے ہو یہ آزادی نہیں بلکہ ان کے حق میں دائمی بدبختی اور حرمان کی قانونی دستاویز ہے"۔ لاروس نے فرنچ انسائیکلوپیڈیا میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ

"رومۃ الکبریٰ کی تباہی کا اصلی سبب ہی عورتوں کی آزادی اور اُن کو ان کی خواہشات پر چھوڑ دینا تھا"۔

بہر حال ان کا حشر تو کچھ بھی ہو تاہم یہ قطعی بات ہے کہ اہل اسلام کو اسلامی تعلیم اور نبی اسلام کی مرضیات کو چھوڑ کر کبھی ترقی اور کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہم اس وقت یورپ اور

امریکہ کی حیاسوز معاشرت کی طرف ابتدائی قدم اٹھا رہے ہیں اور ابھی دور سے اس کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ ہرگز ہم کو فلاح و نجات دلانے والی نہیں ہے۔ ہماری ہر قسم کی عزت صرف اسلام کی رسی کو مضبوط تھام لینے اور اخلاق محمدیؐ کو مضبوط پکڑنے میں ہے۔ کاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہر وقت ہمارے پیش نظر رہیں کہ یا ابا عبیدۃ انکم کنتم اذل الناس واحقر الناس فاعزکم اللہ بالاسلام فمھما تطلبوا العزۃ بغیر اللہ یذلکم اللہ "اے ابوعبیدہ تم دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل حقیر اور کمتر تھے اللہ نے اسلام کے ذریعہ سے تمہاری عزت بڑھائی۔ پس جب کبھی تم غیر اللہ کے ذریعہ سے عزت حاصل کروگے خدا تم کو ذلیل کرے گا۔" العیاذ باللہ۔ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔

"سچ" کے بجائے "صدق"

یکم مئی ۳۵ء ۲۷ / ۱ / ۵۴ھ ۲۰ پونڈ سفید چکنے کاغذ پر ہر مہینہ کی یکم۔ گیارہ اور اکیس کو شائع ہوتا ہے ہم کو معلوم ہے کہ صاحب ذوق حضرات جو مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کے طرز انشا کے عاشق ہیں اور آپ کے مخصوص دلنشین طرز صحافت کے لیے اخبار سچ کے بند ہونے کے بعد سے بیتاب تھے۔ اس مژدہ کو صحیح معنوں میں مژدہ سمجھیں گے لیکن چونکہ ہمارے پاس اخبار سچ کے خریداروں کی مکمل فہرست موجود نہیں ہے اس وجہ سے ہم فرداً فرداً خریداران سچ کو نمونہ روانہ کر سکے۔ لہٰذا شائقین حضرات اپنا اپنا چندہ قیمتی چار روپیہ جلد از جلد روانہ فرما کر خریداران کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرالیں ورنہ بعد کو پچھلے پرچہ دستیاب نہ ہونے پر پچھتانا پڑے گا۔ "صدق" ہر اعتبار سے سچ سے بڑھا ہوا ہے۔ معنوی حیثیت سے مضامین قرآنی کا اضافہ۔

سالانہ چندہ (للعہ) ترسیل زر بنام منیجر اخبار صدق ۴۳ ہیوٹ روڈ لکھنؤ